حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فقہی مقام اصول وآراء

Principles and Views of the Jurisprudence of Hazrat Ayesha RA

ڈاکٹر حافظ محمد بادشاہ*

ڈاکٹر حافظ منیر احمد**

ABSTRACT

Hazrat Ayesha RA has got supremacy, not only over all the women and all the wives of the Prophet S.A.W, but also over all the Companions of the Prophet, except a few 'prominent seniors' who were very close to Prophet S.A.W. According to a Hadith, the Companions of the Prophet S.A.W never encountered any problem which was not resolved by Hazrat Ayesha RA.

Hazrat Ayesha RA was the most prominent Jurisprudent and the most knowledgeable personality. She was famous for her authentic opinion in all matters.

Hazrat Urwah bin Zubair says 'I never found a person who is better than Ayesha RA in comprehending the meaning of Holy Quran and in determining Halaal and Haraam. No one could surpass her in Arabs poetry and in the knowledge of 'Family Trees'.

What is special about Hazrat Ayesha RA is that whenever the Companions of the Prophet S.A.W. faced any complex issue, they referred the matter to Ayesha RA and she had complete knowledge about that issue.

In this short article, I have discussed the scholarly principles and jurisprudent views of Hazrat Ayesha RA. The article is divided into three sections:-

- *Concept of Jurisprudence*
- *Importance of learning the skill of Jurisprudence*
- *Principles and Views of the Jurisprudence of Hazrat Ayesha RA.*

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔

** وزٹینگ فیکلٹی، نسٹ اسلام آباد

علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ پر فوقیت عام حاصل تھی صحیح ترمذی میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے۔"ما أشكل علينا أصحاب محمد ﷺ حديث قط فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علما"[1] ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی۔ کہ جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔

عطا بن أبي الرباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل تھا کہتی ہیں۔ '' كانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن الناس رأيا في العامة،،[2] حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: ما رأيت أحدا أعلم بالقرآن ولا بفريضة ولا بحلال ولا بفقة ولا بشعر ولا بطب ولا بحديث العرب ولا نسب من عائشة"[3]، میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن، احکام حلال و حرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر نہیں پایا۔

حضرت عائشہؓ کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل و پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آن پڑتا تھا تو وہ آپؓ ہی کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے اور آپؓ کے پاس اس سے متعلق علم ضرور موجود ہوتا تھا۔

اس مختصر مقالے میں حضرت عائشہؓ کے علمی اور فقہی اصول واراء کے بارے مختصر اور جامع انداز میں بات ہوگی۔ اس مقالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- فقہ کا مفہوم
- فقہی تعلیم کی ضرورت واہمیت
- حضرت عائشہؓ کا اصول فقہ اور آراء

فقہ کا مفہوم، فقہ کی لغوی تعریف

فقہ بکسر القاف جاننا اور بفتح القاف دوسروں کو سمجھنا۔ اور بضم القاف فقہ میں کمال پیدا کرنا اور مہارت حاصل ہو جانا ہے۔[4]، عبد الرحمن الجزائری فقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:''فقہ کے لغوی معنی سمجھنا اور جاننا کے ہیں،،۔[5] جبکہ امام غزالیؒ نے فقہ کے معنی فہم اور تدبر اور دین میں بصیرت کے بیان کئے ہیں۔[6]

فقہ کا اصطلاحی مفہوم

" ہو العلم بالأحکام الشرعیة العلمیة المکتسب من أدلتها التفصیلیة،،[7] اصطلاح میں اعمال کے شرعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جانا جائے۔

قرآن اور حدیث میں لفظ فقہ کا استعمال

قرآن پاک میں بھی یہ لفظ مختلف جگہوں پر استعمال ہوا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ) [8] "تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے،،۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے:(وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدَهِ وَلَكِن لاَّ تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ) [9] ،سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اسکی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

حدیث میں بھی یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے حق میں فرمایا:" عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ضمنی رسول اللہ ﷺ وقال اللهم علمه الكتاب" [10] ،اے اللہ اس کو علمِ دین سکھادے۔اور تاویل کرنے میں سمجھ بوجھ عطا فرما۔

فقہی تعلیم کی ضرورت واہمیت

انسان "مدنی الطبع" ہے۔مل جل کر رہنا اس کی طبیعت میں داخل ہے۔تمدن کے بغیر انسانیت کا وجود تصور میں نہیں آسکتا۔مل جل کر رہنے سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔معاشرے کے تمام افراد ذہنی، قلبی اور جسمانی قابلیتوں میں مساوی نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زندگی کے سب میدانوں میں مسابقت شروع ہوگئی۔ اور اختلافات رونما ہوئے ۔ ان اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے قوانین وضوابط ، فقہ وشریعت ناگزیر ٹھہری۔تاکہ باہمی مخاصمت میں عدل وانصاف قائم رکھا جائے۔

دنیا کے تمام حکماء، فلاسفر اور ارباب مذاہب ان قوانین کی ضرورت کے قائل رہے ہیں۔اسلام چونکہ انسانی زندگی کا دین دستور عمل ہے۔لہذا اس نے بھی ان قوانین کو ان کا صحیح مقام دیا۔

کتاب وسنت میں بہت سے معاملات تو واضح ہیں اوران کے احکام بھی واضح ہیں۔ لیکن ان قوانین کی تنظیم وترتیب اور نفاذ ناگزیر ہے۔ اس طرح بہت سے معاملات ایسے بھی ہیں جو گردش ایام کے ساتھ ساتھ نت نئے حالات پیش آنے والے تھے۔ انکا فیصلہ کرنے اور اسلامی احکام کو ان پر محیط کرنے کے لئے اجتہاد وقیاس اور استنباط کی اجازت دی گئی ہے۔

عبادات کو لیجئے اس کے فروع وجزئیات کتنے کثیر ہیں۔ اور اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی ومطالب کے حفظ رکھے۔ اور تمام احادیث مع سند کے یاد رکھے مشکل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان طبقات میں تقسیم ہو۔ اس کے نتیجے میں ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر واشاعت میں مصروف ہو۔ اور عوام کو بھی علماء کے ساتھ جوڑ دیا اور حکم دیا کہ علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ارشاد باری تعالی ہے: (فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْن)[11]، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔

فقہ کا فن عقلی علوم کی طرح خود ساختہ نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے بعد تمام علوم میں فقہ کو افضلیت حاصل ہے۔ جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

قرآنی سیاق میں حکمت کے لفظ سے بھی فقہ پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ (يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاء وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا)[12]، وہ جسکو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جسکو دانائی ملی بیشک اسکو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے۔ (كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ)[13]، جس طرح منجملہ اور نعمتوں کے ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کے سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب یعنی قرآن اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

عورت کی فقہی تعلیم

اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی المرتبہ قرار دیا۔ روحانی، اخلاقی، معاشی ہر اعتبار سے مرد کے مساوی حقوق دیئے ہیں۔ اِسلام ہمیں بتاتا ہے کہ زندگی مرد اور عورت دونوں کی محتاج ہے۔ مرد اور عورت

دونوں معاشرے کے دو بنیادی ستون اور خاندانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ جن میں سے ایک کا بگاڑ دوسرے کا بگاڑ اور پھر پورے خاندان اور معاشرتی بگاڑ کا موجب بن سکتا ہے۔ زندگی کی گہما گہمی اور نشیب وفراز ہمیشہ مرد وعورت میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا معاون ومددگار رہا ہے۔ تمدن کا ارتقاء ان دونوں کے اتحاد سے عمل میں آیا ہے۔

"اگر عورت دین کے معاملے میں اپنا حق شوہر سے طلب کرے، اور معاملہ حاکم کے پاس لے جائے۔ اور اپنی دینی تعلیم کا اس سے تقاضا کرے کیونکہ اس کا یہ حق ہے۔ کہ یا تو شوہر خود ہی اس کو تعلیم دے۔ یا اس کو گھر سے باہر جا کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے۔ تو حاکم پر ضروری ہے کہ وہ شوہر کو اس مطالبہ کی تکمیل پر مجبور کرے۔ جسطرح وہ دنیوی حقوق کے سلسلہ میں کرتا ہے۔ کیونکہ دینی حقوق زیادہ مؤکد اور زیادہ اہم ہیں۔"[14]

اگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے تو اس کو حق نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ اس پر آن پڑے۔ تو وہ اپنے شوہر سے دریافت کرے گی۔ اب اگر شوہر عالم ہو اور وہ خود ہی اسے مسئلہ بتادے یا جاہل ہو اور دوسروں سے تحقیق کر کے اس کو اطلاع دے۔ تو اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ لیکن شوہر تحقیق کر کے نہ بتائے تو وہ بلا اجازت بھی کسی علمی مجلس میں جاکر دریافت کر سکتی ہے۔ کیونکہ طلب علم مسلمان مرد اور عورت دونوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ اس کے محتاج ہوں۔ اس لئے ایسی حالت میں طالب علم کو شوہر کے حق پر مقدم رکھا جائے گا۔

اگر عورت کو تو کوئی متعین مسئلہ درپیش نہ ہو لیکن وہ نماز اور وضو وغیرہ کے مسائل سیکھنے کے لئے کسی علمی مجلس میں شریک ہونا چاہے۔ اگر شوہر ان کو جانتا ہو اور وہ اسے سکھا بھی رہا ہو تو اسے گھر سے نکلنا نہیں چاہیے جبتک شوہر اس کو اجازت نہ دے۔ اگر خود شوہر کو ان مسائل کا علم نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اس کو علمی مجلسوں میں شرکت کی اجازت دے۔ اور کوئی مصلحت مانع ہو تو شوہر کو اس کا بھی حق ہے کہ وہ اس کو باہر جانے کی اجازت نہ دے۔ اس سے شوہر پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔[15]

قرون اولی میں عورتوں کی فقہی تعلیم کی تاریخ

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے مردوں کی طرح عورت کے لئے بھی تعلیم حاصل کرنا فرض عین قرار دیا۔ اسلام کا مقصد عورت کی معاشرتی حیثیت کو بلند سے بلند تر کرنا تھا۔ لہذا اسلام نے معاشرتی مراتب کے حصول کے لئے عورت کو پورا حق دیا۔ کہ وہ علم دین کی تعلیم حاصل کریں۔

ارشاد نبوی ہے: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔''[16]، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے دین اور اس کے جاننے میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔: ''عورتیں مردوں ہی کے نوع سے ہیں۔[17]

ان فرامین نبویہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم خواتین کثیر تعداد میں آپ ﷺ کی مجالس وعظ وتعلیم میں حاضر ہونے لگیں۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے مستفید ہونے لگیں۔ اس پر بس نہیں بلکہ جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ خواتین کماحقہ استفادہ نہیں کرسکتیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا۔ اس دن آپ ﷺ خواتین کے سوالات کا جواب دیتے۔ انکے حالات کے مطابق انہیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ [18]

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں تعلیم یافتہ خواتین کی ایک بڑی تعداد ہوگئی۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عمر رضا کحالہ نے '' الإصابة فی تمیز الصحابة''میں اسلام کے قرون اولی کے پندرہ سو تنتالیس ۱۵۴۳ خواتین کا ذکر کیا ہے۔[19]

خواتین کی سب سے پہلی درسگاہ

اسلام کے ابتدائی ایام میں خواتین کی تعلیم کا سب سے پہلا مرکز حضرت عائشہ صدیقہؓ کی درسگاہ ہے۔ اسلام کے علوم شرعیہ جو امت تک پہنچے ہیں۔ ان کے ابلاغ میں اکیلی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اتنا حصہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ اوران سے بہت اسے احکام وآداب نقل کئے۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ شریعت کے ایک چوتھائی احکام ان سے مروی ہیں۔[20]

اگر تمام امہات المومنین اور دوسری خواتین کا علم اکٹھا کرلیا جائے تو اکیلی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم ان سے زیادہ تھا۔ صحابہ کرامؓ کو جب بھی کسی مسئلے میں بھی کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرماتے۔ اوران کے ہاں ان کو اس کا صحیح جواب مل جاتا تھا۔

طبقات صحابیات

أ۔ جن کی روایات دوہزار یا دوہزار سے زیادہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس طبقہ میں شامل ہیں۔

ب۔ جنکی روایات کی تعداد پانچ سو یا زیادہ ہے کوئی صحابیہ شامل نہیں۔

ج۔ جن کی روایات کی تعداد سو سے زیادہ مگر پانچ سو سے کم ہے ان میں حضرت ام سلمیٰؓ شامل ہیں۔

د۔ جنکی روایات کی تعداد چالیس تا سو ہے ان میں امہات المومنین حضرت ام حبیبہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت صفیہؓ کے ساتھ بہت سی صحابیات شامل ہیں۔

س۔ جن کی روایات کی تعداد چالیس یا اس سے بھی کم ہے اس طبقہ میں صحابیات کی بڑی تعداد شامل ہے۔[21]

حضرت عائشہؓ کا اصول فقہ اور آراء

عہد نبوت تک تو خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علم وفتوی کا مرکز تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش ہوتا تو وہ تمام صحابہ کرام کو یکجا کرتے۔ اور ان سے مشورہ لیتے اگر ان میں سے کسی کو خاص حدیث معلوم ہوتی تو وہ بیان کرتا۔ ورنہ منصوص احکام پر قیاس کر یک فیصلہ کر دیا جاتا۔

فقہ کی یہ ایکڈمی اوائل خلافت ثلاثہ تک مرکز نبوت سے وابستہ رہی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں فتنوں نے سر اٹھایا۔ اور لوگ مکہ معظمہ، طائف، دمشق اور بصرہ جاکر آباد ہوئے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافت بنایا۔ ان وجوہ سے اس درسگاہ کے بہت سے تربیت یافتہ دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ ان اتفاقی واقعات نے گو علم کے دائرہ کو وسیع کر دیا لیکن اس کی اجتماعی عظمت کو قائم نہ رکھ سکے۔ اگر کہیں وہ اجتماعی رونق باقی تھی تو اسی کاشانہ نبوت کے در و دیوار میں۔

اکابر صحابہ کرامؓ میں مدینہ طیبہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ تر یہی چار بزرگ فقہ وفتاوی کے مسند نشین ہوئے۔ غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں ان چار بزرگوں کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا مسلک یہ تھا کہ پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق اگر کتاب وسنت واثر سے کوئی جواب معلوم ہوتا تو سائل کو بتا دیتے۔ اگر کوئی بات یا حدیث یا خلفائے سابقین کا اثر معلوم نہ ہوتا تو خاموش رہ جاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ ایسی حالت میں گذشتہ منصوص احکام یا فیصلہ شدہ مسائل پر جدید مسئلہ کو قیاس کر کے اس کا جواب اپنی عقل کے مطابق جو سمجھ میں آتا دیتے۔

قرآن حکیم سے استنباط

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے استنباط کا اصول یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر کرتی تھیں۔ اگر اس میں ناکامی ہوتی تو احادیث کیطرف رجوع کرتیں۔ پھر قیاسی عقلی کا درجہ تھا۔

متعہ کے بارے میں رائے

متعہ یعنی ایک مدت معین تک کے لئے نکاح۔ جاہلیت اور آغاز اسلام ۷ ھجری تک جائز تھا۔ خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔[22]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ[23])

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں سے جو انکی مِلک ہوتی ہیں کہ ان سے تعلق قائم کرنے میں انہیں ملامت نہیں۔

زوجہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ وارث ہوتی ہے اور نہ اس پر طلاق ہوتی ہے۔ نہ اس کے ساتھ ایلاء ہوتا ہے۔ اور زوجہ کے ساتھ یہ تمام معاملات ہوتے ہیں۔

اہل عجم کا ذبیحہ جائز نہیں

ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جو جانور ذبح کرتے ہیں ان کا کھانا جائز ہے۔

فرمایا: خاص اس دن کے لئے جو جانور ذبح کریں وہ جائز نہیں[24]۔

اس حکم کے استنباط میں انہوں نے حسب ذیل آیت کو مبنی قرار دیا۔

(إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ)[25]، اس نے تو تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔

علم غیب: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر کے خصائص میں غیب کی ساری باتوں کا جاننا بھی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سختی سے اس کا انکار فرمایا۔ فرماتی ہیں: " جو تم سے یہ بیان کرے کہ آنحضرت ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے وہ جھوٹا ہے"۔

استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے کرتی ہیں۔ (وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا)[26]، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔

جب کوئی نہیں جانتا۔ تو رسول کو بھی اس کی خبر نہیں ہو گی۔ اس سے غیب کے کلی علم کی نفی ہوتی ہے۔

زندہ لوگوں کے رونے سے میت پر عذاب نہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میت پر زندہ کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔[27]

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالی اَبو عبد الرحمن پر رحم فرمائے۔ اس نے سنا اور یاد نہیں رکھا۔ بات یہ ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا جس پر وہ رو رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس پر رو رہے ہو اور اس کو عذاب ہو رہا ہے،،۔[28]

پھر استدلال کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی۔ (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى)[29]،اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ بات دراصل کافروں کیلئے فرمائی تھی۔ کہ لوگ دنیا میں نوحہ کر رہے ہیں اور انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

ثلاثہ قروسے مراد اطہار ہیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن بن اَبی بکر صدیقؓ کو اس وقت عدت سے اٹھا دیا تھا۔ جس وقت ان کے تیسرے حیض کے خون کا آغاز ہوا تھا۔

حضرت ابن شہاب نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرہ بنت عبد الرحمن کے پاس یہ تذکرہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا حضرت عروہؓ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگوں نے اس کے متعلق حضرت ام المومنین سے جھگڑا شروع کیا۔ انہوں نے فرمایا: ارشاد ربانی ہے:(ثَلاَثَةَ قُرُوَءٍ)[30]، حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا ہے۔ کیا تم جانتے ہو قراء سے کیا مراد ہے۔ قراء سے مراد طہار طہر ہیں۔ مراد یہ ھوا کہ تین اطہار گزرنے پر عدت ختم ہو جائیگی، اگرچہ تیسرا حیض نہ گزرے۔

حدیث سے استنباط

قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اصول تھا کہ اگر قرآن مجید میں صریح آیت نہ ملتی تو حدیث نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرتیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

تخییر طلاق نہیں ہے۔

مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار عطا کردے۔ اور بیوی اس اختیار کو واپس کرکے اپنے شوہر ہی کو قبول کرے تو کیا بیوی پر طلاق پڑے گی؟

حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک اس صورت میں طلاق واقع نہ ہو گی۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے تخییر کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا۔ کہ خواہ دنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوت میں رہ کر فقر وفاقہ پسند کریں سب نے دوسری صورت پسند کی۔ کیا اس سے ازواج مطہرات پر طلاق واقع ہوئی۔ [31]

ولایت کس کو حاصل ہے۔؟

ایک غلام نے حاضر ہو کر عرض کی۔ میں عتبہ بن ابی لہب کی غلامی میں تھا۔ دونوں میاں بیوی نے مجھے بیچ ڈالا اور شرط یہ کی کہ ولایت انہی کے ہاتھ میں رہے گی۔ اب میں کس کا مولی ہوں۔؟

فرمایا: بریرہؓ کا یہی واقعہ ہے۔ آنحضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بریرہؓ کو خرید کر آزاد کردو۔ ولایت تمہیں حاصل رہے گی۔ گو خریدار احکام الٰہی کے خلاف جس قدر چاہیں۔ شرطیں لگائیں [32]

حائضہ طواف وداع سے مستثنیٰ ہے۔

حائضہ عورت آخری طواف سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت صفیہؓ حج میں آخری طواف سے پہلے معذور ہو گئیں آنحضرت ﷺ سے انہوں نے مسئلہ پوچھا۔ تو فرمایا: کیا اس نے پہلے طواف نہیں کرلیا تھا۔ آپ نے فرمایا کر لیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر وہ ہمیں روانہ ہونے سے نہ روکیں گی۔ [33]

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ حائضہ کے لیے آخری طواف ضروری نہیں۔ چنانچہ حج کے زمانے میں جو عورتیں انکی اقتداء کرتی تھیں۔ وہ اسی مسئلہ پر عمل کرتی تھیں۔

وتر کا وقت کب تک ہے

حضرت ابو الدرداء فتوی دیتے تھے۔ کہ اگر اتفاقاً کسی نے وتر تہجد کے خیال سے نہیں پڑھی اور صبح ہو گئی۔ تو وتر کا وقت نہیں رہتا۔ لوگوں کو تسلی نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئے۔

آپؓ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ صبح ہو جاتی تھی۔ تب بھی وتر ادا فرمالیتے تھے۔ [34] لہذا آپ ﷺ نے سنت سے ثابت کر دیا۔ کہ وتر صبح بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

قربانی کا جانور بھیجنے سے انسان محرم نہیں ہوتا

اگر کوئی شخص حج کے لیے نہ جائے اور اپنی قربانی کا جانور یہیں سے کعبہ کو روانہ کر دے۔ اس صورت میں اس شخص کی کیا حالت سمجھی جائے گی۔

حضرت ابن عباس فتوی دیتے تھے۔ کہ وہ بحالت حج سمجھا جائے گا۔ اور حاجی پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں وہ اس پر عائد ہوں گی۔ زیاد، امیر معاویہ کے طرف سے حجاز کا والی تھا۔ اس نے استفتاء حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے جواب دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کا فتوی صحیح نہیں۔

میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی بدھیاں اپنے ہاتھ سے بٹی ہیں۔ اور میرا باپ اس قربانی کو لیکر کعبہ گیا۔ لیکن جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں۔ ان میں سے کسی چیز سے بھی آپ ﷺ نے اس اثنا میں احتراز نہیں فرمایا۔[35]

جنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فتوی دیتے تھے۔ کہ رمضان میں صبح ہو جائے اور انسان کو غسل کی ضرورت ہو۔ تو اسکا روزہ اس دن کا درست نہ ہو گا۔ ایک صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اور اس کے بعد حضرت ام سلمی سے جاکر فتوی پوچھا انہوں نے جواب دیا۔ یہ صحیح نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا عمل اس کے خلاف تھا۔

مروان ان دنوں امیر مدینہ تھا۔ اس کے مستفتی کو ابو ہریرہؓ کے پاس بھیجا۔ اس نے جاکر ٹوکا اور ام المومنینؓ کا فتوی بیان کیا۔ انہوں نے سنا تو اپنے فتوی سے رجوع کر لیا[36]۔

بیوہ حاملہ کی عدت

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں حاملہ بیوہ کی عدت کا مسئلہ پیش ہوا۔ قرآن مجید میں دونوں کے احکام الگ الگ مذکور ہیں۔

بیوگی کے لیے چار مہینے دس دن اور حاملہ کے لیے وضع حمل ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا۔ ان دونوں میں سے جو سب سے زیادہ مدت ہو گی وہ زمانہ عدت ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا وضع حمل تک عدت کا زمانہ ہے۔

دونوں میں فیصلہ نہ ہوا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت سلمیؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے وضع حمل تک بتایا۔ اور دلیل میں سبیعہ کا واقعہ پیش کیا۔ جنکی بیوگی کے تیسرے ہی دن ولادت

ہوئی۔ اور اسی وقت انکو دوسرے نکاح کی اجازت مل گئی۔[37]

وہ چیز جسے چرانے پر قطع ید لازم ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ مکہ معظمہ کے طرف تشریف لے گئیں ان کے ہمراہ ان کی دو لونڈیاں بھی تھیں۔ اور بنو عبد اللہ بن ابی بکر الصدیقؓ کا غلام بھی تھا۔ انہوں نے لونڈیوں کے ہمراہ ایک منقش چادر بھیجی۔ اس چادر کے ارد گرد سبز کپڑا سیا گیا تھا۔ غلام نے اس منقش چادر کی سلائیاں اکھڑیں۔ اور وہاں سے چادر نکال لی۔ اس کی جگہ نمدہ یا پوستین رکھ دی اور اسے دوبارہ سی دیا۔ جب وہ دونوں لونڈیاں مدینہ طیبہ آئیں۔ اور وہ کپڑا اس کے اہل خانہ کو دیا۔ اور انہوں نے وہ کھولا۔ تو وہاں سے نمدہ نکلا۔ انہیں چادر نہ ملی۔ انہوں نے دونوں لونڈیوں سے بات چیت کی۔ دونوں لونڈیوں نے حضرت ام المومنین سے بات کی یا انہیں خط لکھا اور غلام پر الزام لگایا۔ جب غلام سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ تو اس نے اعتراف کر لیا۔ ام المومنین نے حکم فرمایا۔ تو غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

ام المومنین نے فرمایا قطع ید دینار کے چوتھے حصہ یا اس سے زائد میں ہے۔[38]

کیونکہ آنحضور ﷺ کی اس حدیث سے اجتہاد کیا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ حضور ﷺ نے اس ڈھال کو چرانے پر ہاتھ کاٹا جسکی قیمت تین درہم تھی۔[39]

حضرت عثمان نے ان سنگتروں کی چوری پر ہاتھ کاٹے جنکی قیمت تین درہم لگائی گئی تھی۔

امام مالک فرماتے ہیں: میرے نزدیک تین دراہم میں قطع ید پسندیدہ ہے۔[40]

قیاس عقلی

قرآن، حدیث کے بعد قیاس عقلی کا درجہ ہے۔ قیاس عقلی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کس وناکس صرف اپنی عقل سے شریعت کے احکام کا فیصلہ کر دے، بلکہ مقصود یہ ہے۔ کہ علماء شریعت کے رازداں اور علوم۔دینی کے ماہر ہیں۔ کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کریں۔

عورتوں کا مسجد میں جانا۔

] آنحضرتؐ کے زمانہ میں عموماً عورتیں مسجدوں میں آتی تھیں اور جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں۔
ارشاد نبوی ہے۔" خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں سے نہ روکا کرو،،

عہد نبوت کے بعد مختلف قوموں کے میل جول، تمدن کی وسعت اور دولت کی فراوانی کے سبب عورتوں میں زیب وزینت آتی گئی۔ یہ دیکھکر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

آج آنحضور ﷺ زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔

عمرہؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

عورتوں نے اب جو نئی باتیں پیدا کی ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ اس زمانے میں ہوتے اور دیکھتے تو جس طرح یہود کی عورتیں مسجدوں میں آنے سے روک دی گئیں یہ بھی روک دی جاتیں۔[41]

گویا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر قیاس کیا۔

مردہ کو غسل دینا

حضرت ابو ہریرہؓ کا فتوی تھا۔ کہ مردہ کو غسل دے کر اس کو غسل کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی جنازہ اٹھائے تو دوبارہ وضو کرے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنا تو فرمایا کہ:

کیا مسلمان مردہ ناپاک ہوتا ہے۔؟ اگر کوئی لکڑی اٹھائے تو اس کو کیا ہوتا ہے۔[42]

گویا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے غسل پر قیاس کیا۔ کہ کن وجوہات پر غسل اور وضو واجب ہیں۔ ان چیزوں سے کیا ناپاکی آتی ہے۔ جس سے پاک ہونا ضروری ہے۔

عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بھگونا ضروری ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فتوی دیتے تھے کہ عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بھگونا ضروری ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنا تو فرمایا:

وہ عورتوں کو یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چونٹے منڈواڈالے۔ میں آنحضرتؐ کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی۔[43]

احرام باندھنے سے پہلے اور کھولنے کے بعد خوشبو لگانا جائز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ جس صبح کو احرام باندھنا ہو اس صبح کو خوشبو لگانا میں پسند نہیں کرتا۔ میں بدن میں تارکول ملنا پسند کروں گا لیکن خوشبو نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے استفسار ہوا تو انہوں نے فرمایا: ”میں نے خود اپنے ہاتھ سے آنحضرت

ﷺ کے عطر ملا۔ اور کبھی کہتیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ شب احرام کی صبح کو عطر کی چمک آپ کی مانگ میں تھی،،۔ 44

حج میں کنکری پھینک لینے رمیا ور سر منڈانے کے بعد خوشبو اور عورت کے سوا ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خوشبو ملنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کے خوشبو ملی ہے۔

لہذا یہ اجتہاد آپ کے ذاتی عمل سے تھا کہ میں نے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی ہے لہذا جائز ہے۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

عربی میں خمر انگوری شراب کو کہتے ہیں۔ اب بہت سی جدید شرابیں آگئی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اگر تمہارے مٹکوں کے پانی میں نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عام طور پر ہر مسکر چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ 45

نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ نے نفلی روزہ کی حالت میں صبح کی۔ ان کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسی سے روزہ توڑ لیا۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا حضرت حفصہؓ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ میں نے اور حضرت عائشہؓ نے نفلی روزہ رکھا۔ ہمیں کھانا پیش کیا گیا ہمنے اسے کھا کر روزہ توڑ دیا حضور ﷺ نے فرمایا: تم کسی اور دن روزہ رکھ کر اسے قضا کر لینا۔ 46

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس سے نکتہ اخذ کیا ہے۔ مجبوری کی حالت میں نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے۔

خون بہامیں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔

کسی مقتول کے بدلہ میں اگر قاتل خون بہا ادا کرنا چاہتا ہے۔ تو درجہ بدرجہ اس کے تمام وارثوں کو رضامند کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "وان کانت امر اۃ" 47

یعنی اگر وارثوں میں عورتیں ہوں تو ان کو راضی کرنا بھی ضروری ہے۔ صرف مردوں کی رضامندی کافی نہیں ہے۔ کیونکہ وراثت کا حق صرف مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ لہٰذا وراثت کے مسئلہ سے قیاس کیا ہے۔

حواشی

(1) سنن الترمذی، ح/3883
(2) عیون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسیر، محمد بن أحمد ابن سید الناس، دار القلم، بیروت، ج/2، ص/369.
(3) سبل الهدی والرشاد، في سیرة خیر العباد، محمد بن یوسف الصالحی الشامی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج/11 ص/179
(4) مختار الصحاح، محمد بن أبی بکر بن عبد القادر الرازی، بیروت مکتبة لبنان، ۱۴۱۵ھ، ج۱، ص:۵۱۷
(5) کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة، عبد الرحمن الجزائری، مترجم منظور أحسن عباسی، طبع جدید ۲۰۰۰ء لاھور،
(6) إحیاء علوم الدین، إمام غزالی، ج/۱، ص/۲۴
(7) کتاب التعریفات، علی بن محمد شریف الجرجانی، بیروت مکتبہ لبنان ۱۹۹۰، ج/۱، ص/۱۷۵۔
(8) سورة التوبة، رقم الآیة/122
(9) سورة بني إسرائیل، رقم الآیة/44
(10) صحیح البخاري، ح/75
(11) سورة النحل، رقم الآیة/43
(12) سورة البقرة، رقم الآیة/269
(13) سورة البقرة، آیت نمبر/151
(14) المدخل، علامه أبو عبد الله محمد بن محمد، دار الفکر، بیروت، ج/۲، ص/۲۷۷
(15) فتاوی قاضی خان، علامة حسن بن منصور، ج/۱، مطبع کبری امریة، ۱۳۱۰ھ مصر، ص/643
(16) سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم "طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة"، ح/۲۲۴
(17) مکان المرأة بین الإسلام والقوانین العالمیة، سالم البھنساوی، دار القلم، الکویت، باب حق العلم والعمل، ص/۹۴
(18) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب هل یُجعل للنساء یوم علی حدة في العلم، ح/۱۰۱.
(19) الإصابة في تمییز الصحابة، لابن حجر العسقلاني، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج/8 ص/492
(20) فتح الباری شرح صحیح بخاری، ابن حجر عسقلانی، ج/۷، ص/۱۰۷
(21) شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، عبد الحیّ بن العماد، ج/۱، ص/63
(22) مجمع الزوائد، الهیثمي، دار الکتب العربیة 1402ھ، بیروت، ح/7387، ج/4، ص/486

(23)سورۃ المؤمنون، آیت نمبر/5-6

(24) عن عائشۃ ؓ نھا سئلت عما یذبحہ العجم لأعیادھم فیہ دون منہ للمسلمین فقالت: ماذُبح ذٰلک الیوم فلا تأکلوا منہ" ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۲۷۸

(25)سورۃ البقرۃ، آیت نمبر/173

(26)سورۃ لقمان، آیت نمبر/34

(27) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أھلہ علیہ، ح/۹۲۷، ص/638

(28) أیضا،ح/۹۲۹، ص/641

(29)سورۃ الزمر، آیت نمبر/7

(30)سورۃ البقرۃ، آیت نمبر/151

(31) "عن عائشۃ قالت خیر نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترنا اللہ ورسولہ فلم بعد ذلک علینا شیئا،، صحیح البخاري، ح/4963.

(32) صحیح بخاری کتاب العتق، باب بیع الولاء وھبتہ ح/۲۳۹۹،

(33)مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب إفاضۃ الحائض۔ ح/۹۲۷، ج/۱، ص/412

(34) صحیح بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر، ح/951

(35) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب مالا یوجب الإحرام، ح/754،

(36)سورۃ البقرۃ، آیت نمبر/151

(37) سنن أبي داود، ج/۱، ح/1593.

(38) أیضا،ح/1520،

(39) أیضا،ح/1517

(40) ایضا،ح/1521

(41) صحیح بخاری، کتاب اذان، باب انتظار الناس قیام الإمام العالم، ح/۸۳۱.

(42)سنن البھیقي، کتاب، باب الغسل من غسل المیت، ح/1348

(43) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، ح/۳۳۱، ص/240.

(44) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب من قال لایقطع الصلاۃ شيء، ح/749، ص/۱۹۲.

(45) سنن نسائی، کتاب الأشربۃ، باب تحریم، ح/5591، ص/۲۹۷

(46)مؤطا إمام مالک، کتاب الصیام، باب قضا التطوع، ح/676، ص/306

(47) سنن أبي داوٗد، کتاب الدیات، باب عفو النساء عن الدم، ح/4538، ص/591